عہد ساز شخصیت

فضیلت مآب شاہ عبد العزیز بن عبد الرحمن آل سعود رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر محمد یٰسین ظفر حفظہ اللہ
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السلفیہ پاکستان
پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

یوں تو دنیا میں بہت سے عظیم المرتب بادشاہ اور حکمران گزرے ہیں، جن کی شان وشوکت کی داستانیں آج زبان زدعام ہیں۔ انہوں نے اپنی سلطنت اور سطوت کو بڑی حکمت ودانائی سے قائم رکھا۔ ضرورت پڑنے پر ظلم وستم، قوت وطاقت کا بے دریغ استعمال بھی کیا، لیکن بہت کم ایسے حکمران اور سلاطین ہوئے جنہوں نے عدل وانصاف، رحم دلی، سخاوت وفیاضی، فہم وفراست اور خوش اخلاقی سے رعایا کو اپنا گرویدہ بنایا اور نیک نام لوگوں کی صف میں اپنا نام لکھوایا۔ عوام بھی ان کی رعیت بن کر رہنے کو سعادت سمجھتی۔ ان معدودے چند حکمرانوں میں سے ہمارے ممدوح عہد ساز شخصیت فضلیت مآب شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

ابتدائی حالات!

شاہ عبدالعزیز 19 ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ موافق 15 جنوری 1876 کو ریاض میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد امیر عبدالرحمن بن فیصل بن ترکی آل سعود اس وقت نجد ریاض کے امیر تھے۔ یہ آل سعود کی حکومت کا عہد ثانی تھا۔ دوسری طرف خلافت عثمانی کا عمل دخل مشرق وسطیٰ خاص کر عراق، شام، حجاز، مصر تک پھیلا ہوا تھا۔ حجاز میں الشریف حسین بطور گورنر فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ دوسری طرف نجد میں آل سعود کی حکومت اسلامی اصولوں پر کاربند تھی۔ لیکن نجد کے لوگوں میں اثر رسوخ نہ تھا۔ وہ نجد میں تبدیلی لانا چاہتا تھا۔ جس کے لیے باربار فوجی کاروائی کررہا تھا۔ اسے ترکوں کی حمایت حاصل تھی۔ لہذا 1886 میں شریف مکہ اپنے گماشتوں کے ذریعے نجد پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ حالات اس قدر خراب ہوئے کہ آل سعود کو نقل مکانی کرنا پڑی۔

شہزادہ عبدالعزیز کی عمر اس وقت صرف دس سال تھی۔ یہ لوگ پہلے قطر پھر بحرین چلے گئے۔اس کے بعد کویت کے حاکم الشیخ مبارک الصباح کی خصوصی دعوت پر کویت چلے گئے۔ جہاں 1902 تک مقیم رہے۔

شہزادہ عبدالعزیز کی تعلیم وتربیت!

کامیاب لوگوں کی ایک بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ برے سے برے وقت میں بھی وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت سے غافل نہیں ہوتے۔گھر سے بے گھر ہوئے۔حکمرانی سے دست کش ہونے کے باوجود امیر عبدالرحمن آل سعود نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کی دینی تعلیم وتربیت کا پورا اہتمام کیا۔وقت کے بہترین اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔قرآن حکیم کی مکمل تعلیم حاصل کی۔اور چند پاروں کو حفظ کیا۔عقیدہ توحید اور اس کے مبادیات سے آگاہی حاصل کی۔فقہ اور اصول فقہ کی باقاعدہ تعلیم لی۔آپ کے لیے بہترین اتالیق مقرر ہوئے۔جنہوں نے امور جہاں بانی اور انداز حکمرانی کے آداب سکھلائے۔جبکہ حربی مہارت انہیں ورثے میں ملی تھی۔گھڑسواری، نیزہ بازی، تیراندازی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔آپ کے چند ممتاز اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔الشیخ القاضی عبداللہ الخرجی، الشیخ محمد بن مصیبح، الشیخ عبداللہ بن عبداللطیف آل الشیخ۔

ریاض نجد پر حملے کی تیاری!

شاہ عبدالعزیز نے شجاعت وبہادری، غیرت وحمیت کے ماحول میں آنکھ کھولی۔اور انہوں نے بچپن سے ہی جنگ وجدل کے مناظر دیکھے۔خاص کر آل رشید نے جب ریاض پر قبضہ کیا۔یہ سارا منظر آپ کی آنکھوں میں محفوظ تھا۔یہی وجہ تھی کہ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو اپنے والد گرامی سے ریاض کو واپس حاصل کرنے پر اصرار کیا۔جبکہ والد اپنے نور چشم اور لخت جگر کو کسی مصیبت میں گرفتار نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔لیکن امیر عبدالرحمن کا یہ بہادر اور نڈر سپوت 24 سال کی بھرپور جوانی کا بہترین مصرف میدان کارزار کو سمجھتے تھے۔وہ جلاوطنی کی زندگی سے تنگ آچکے تھے۔اور اب فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہتے تھے۔جب عبدالعزیز کا تقاضا حد سے بڑھا تو ان کے والد نے بخوشی اجازت دے دی۔شاہ عبدالعزیز پورے عزم واستقلال اور یقین کامل کے ساتھ 40 افراد پر مشتمل مختصر قافلہ حریت کے ساتھ کویت سے روانہ ہوئے۔

یہ 1901ء کی ایک سہانی صبح تھی۔ جب ایمان کی دولت سے مالا مال 40 نوجوانوں کا یہ پرعزم قافلہ نجد کی حدود میں داخل ہوا۔ یہ نوجوان حربی مہارت وکمالات سے بہرہ مند تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز کی کمان میں ریاض پر حملہ کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ یہ ایسے جانثار تھے۔ جن کے دل تقویٰ سے لبریز تھے۔ اور موت سے بے خوف اعلیٰ ترین مقصد کو پانے کے لیے ہمہ وقت تیار تھے۔ ان نابغہ روزگار لوگوں میں شاہ عبدالعزیز کے بھائی امیر محمد اور عم زاد امیر عبداللہ بن جلوی بھی شامل تھے۔

یہ قافلہ حریت جب ریاض کی حدود میں داخل ہوا۔ تو سورج دن کی تھکن اتارنے کے لیے مغرب کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔ اور رات نے سیاہ چادر اوڑھ لی تھی۔ سالار قافلہ نے اپنے رفقاء سے صلاح مشورہ کیا۔ نہایت سوچ وبچار اور غور وفکر کے بعد ایسی منصوبہ بندی کی جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ طے پایا کہ تیس نوجوان ریاض شہر کے باہر کھجوروں کے جھنڈ میں پناہ گزین ہوں۔ باقی دس شب خون کے لیے شاہی محل کا رخ کریں۔ جس کی قیادت شاہ عبدالعزیز بنفس نفیس کر رہے تھے۔ آل رشید کے نامزد گورنر عجلان کے محل میں داخل ہوئے تو انکشاف ہوا کہ گورنر قلعہ میں سو رہے ہیں۔ اور نماز فجر کے وقت محل میں آئیں گے۔ شاہ عبدالعزیز نے بڑی جرأت سے رفقاء کے ہمراہ محل کی دیوار کو پھلانگا۔ اور اندر داخل ہو گئے۔ گورنر عجلان کے اہل خانہ اور دیگر خدمت گزاروں کو قریبی دالان میں بند کیا اور خاموشی اختیار کرنے کو کہا۔ نماز فجر کے لیے جب گورنر محافظوں کے جھرمٹ میں قلعہ سے نکلا تو شاہ عبدالعزیز نے اچانک حملہ کر دیا۔ گورنر نے فرار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن امیر عبداللہ جلوی نے جا لیا اور قتل کر دیا۔ اس طرح شاہ عبدالعزیز نے بڑی آسانی کے ساتھ قلعہ اور محل پر قبضہ کر لیا۔ اس موقعہ پر انہوں نے با آواز بلند اہل ریاض کو مخاطب کیا۔ اور بتایا کہ میں امیر عبدالرحمن کا فرزند ارجمند عبدالعزیز آل سعود ہوں۔ اور ہم نے اپنا کھویا ہوا حق واپس لیا ہے۔ لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور اس عظیم کامیابی پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ امیر عبدالعزیز کی آمد اور نیک شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اور لوگ اس کی بہادری کے قصے بیان کرنے لگے۔

شاہ عبدالعزیز بہت دور اندیش تھے۔ وہ اس بات سے پوری طرح باخبر تھے۔ کہ آل رشید

بہت جلد انتقام لینے کے لیے ریاض پر حملہ آور ہونگے۔لہذا دفاعی حکمت عملی تیار کی گئی۔اور شہر ریاض کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھنے کے لیے حفاظتی اقدامات کیے گئے۔ابن رشید کو براہ راست ریاض پر حملہ کرنے کی جرأت تو نہ ہوئی۔البتہ باقی شہروں پر اپنے قبضے کی فکر لاحق ہوئی۔

اب شاہ عبدالعزیز کے حامیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہورہا تھااور شاہ بڑے حوصلہ سے اپنی پیش قدمی جاری رکھنے کی پوزیشن میں تھے۔لہٰذا ابن رشید کے ساتھ پہلا براہ راست معرکہ سلیمیہ کے میدان میں ہوا۔جہاں شاہ عبدالعزیز دوہزار مجاہدوں اور چالیس گھوڑوں کے ساتھ موجود تھا۔جبکہ ان کے مدمقابل ابن رشید چار ہزار مسلح فوجی اور چار سو گھڑسواروں کے ساتھ وارد ہوا۔گھمسان کا معرکہ ہوا۔لیکن یہ میدان امیر عبدالعزیز کے ہاتھ آیا۔ابن رشید کو بری طرح شکست ہوئی۔ابن رشید نے ہار تسلیم نہ کی۔اور ریاض کا محاصرہ کرلیا۔شاہ عبدالعزیز نے جنگی حکمت عملی اختیار کی۔ریاض آنے کی بجائے انہوں نے ابن رشید کے خاص شہر ''حائل'' کی طرف کوچ کیا۔جب ابن رشید کو یہ بات معلوم ہوئی۔کہ اب ان کا گھر بار اور مال ومتاع محفوظ نہیں۔تو اس نے ریاض کا محاصرہ ختم کیا۔اور'' حائل'' کو بچانے واپس آگیا۔

شاہ عبدالعزیز کو قدم قدم پر کامیابی مل رہی تھی۔فتوحات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا۔اور ایک سال کی قلیل مدت میں آل رشید کے زیر تسلط بڑا علاقہ شاہ عبدالعزیز کے قبضے میں آگیا۔جس میں خرج، افلاج، حریق، الحوطہ، دواسر اور وشم قابل ذکر ہیں۔اس کے ساتھ عنیزہ، بریدہ اور قصیم کو بھی فتح کرلیا۔

یہ بات تو اب تاریخ کا حصہ ہے کہ خلافت عثمانیہ اور آل سعود کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے تھے۔خلافت عثمانیہ کو بڑی قوت حاصل تھی۔جبکہ آل سعود تو صرف نجد اور اس کے گرد وپیش چند علاقوں تک محدود تھے۔اس کے باوجود کبھی خلافت عثمانیہ اور کبھی آل سعود کو کامیابی حاصل ہوجاتی۔شاہ عبدالعزیز کے حوصلے بلند تھے۔اور وہ جزیرہ نما عرب کو فتح کرنے کا عزم کر چکے تھے۔اسی اثناء میں پہلی جنگ عظیم کے شعلے بھڑک اٹھے۔اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔خاص کر خلافت عثمانیہ کا مستقبل خطرے میں پڑھ گیا۔اور عالمی جنگ ختم ہونے تک فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔

شاہ عبدالعزیز کے سامنے اصل معرکہ فتح حجاز تھا۔ کیونکہ حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کیا جارہا تھا۔ شریف مکہ حسین کو بجا طور پر ترکیوں کی حمایت حاصل تھی۔ اور مسلسل فوجی امداد جنگی ساز وسامان اور مالی تعاون حاصل تھا۔ حالانکہ سلطان عبدالحمید معزول ہوچکے تھے۔ اور ان کی جگہ استعمار کے گماشتے کمال مصطفیٰ نے اقتدار کی لگام تھام لی تھی۔ اور وہ بھی شریف مکہ کا حامی تھا۔

شاہ عبدالعزیز بہت زیرک ذہین نبض شناس تھے۔ لہذا انہوں نے کچھ وقت کے لیے حجاز پر حملہ موخر کر دیا۔ اور داخلی حالات اور مسائل کو حل کرنے پر توجہ مبذول کی۔ اور اپنے زیر اہتمام علاقوں میں اصلاح احوال اور تعمیر وترقی کے پروگرام شروع کیے۔ اتفاق سے ایک دلچسپ تبدیلی رونما ہوئی۔ قدرت شاہ عبدالعزیز کے ساتھ بڑی مہربان تھی۔ حرمہ اور تربہ دو بستیاں حجاز میں شامل تھیں۔ جن کے گورنر خالد بن لوئ تھے۔ شریف مکہ کی نیابت میں امور سلطنت چلاتے تھے۔ ان کے درمیان ان بن ہوئی۔ اور خالد بن لوئ نے حجاز سے دستبردار ہو کر نجد کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ شریف مکہ کے لیے یہ بہت بڑا دھچکہ تھا۔ یہ 1917 کی بات ہے۔ جب شریف مکہ نے دس ہزار مسلح لشکر کے ساتھ خالد بن لوئ پر حملے کا فیصلہ کیا۔ جب یہ خبر خالد کو پہنچی تو اس نے شاہ عبدالعزیز سے مدد طلب کی۔ یہی وہ گھڑی تھی۔ جب ایک ماہر جنگجو نے نہایت بصیرت افروز فیصلہ کیا۔ اور قابل اعتماد جرنیل ابن بجاد کو حکم دیا کہ وہ خالد بن لوئ کی مدد کو پہنچے۔ وہ ایک ہزار مسلح مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوا۔ شاہ عبدالعزیز خوب جانتے تھے کہ دس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار ناکافی ہیں۔ لہذا انہوں نے بارہ ہزار کا لشکر جرار تیار کیا۔ اور خود اس کی قیادت کرتے ہوئے ابن بجاد کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اس معرکے میں شریف مکہ حسین کو ہزیمت ہوئی۔ اس کی باقی ماندہ فوج اور کمانڈر امیر عبداللہ نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی۔ اب اگرچہ حجاز کے دروازے شاہ عبدالعزیز کے لیے کھلے تھے۔ لیکن شاہ عبدالعزیز نے جلد بازی نہ کی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ حرمین شریفین کے تقدس کو نقصان پہنچے۔ اور یہاں قتل وغارت ہو۔ انہوں نے صبر وتحمل سے حالات کا جائزہ لیا۔ اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ تاکہ پوری تیاری کے ساتھ حجاز کو فتح کیا جاسکے۔

شاہ عبدالعزیز نے تیس ہزار کا ایک مسلح دستہ خالد بن لوئ کی قیادت میں طائف کو فتح

کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جنہوں نے با آسانی یہ مہم سر کر لی۔ اس کے بعد بعض قبائل بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ اور انہوں نے مکہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ خطرات کو محسوس کرتے ہوئے بعض قبائل کے رؤسا نے شریف مکہ حسین کو مشورہ دیا کہ وہ خود اقتدار اپنے بیٹے علی کو دے دیں۔ لیت ولعل کے بعد حسین اس پر آمادہ ہوا۔ اور خود سمندری راستے ہمیشہ کے لیے عقبہ (اردن) چلا گیا۔

1924 کو خالد بن لوئ اور ابن بجاد نے مکہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ شریف مکہ علی حسین مکہ چھوڑ کر جدہ چلا گیا۔ جب خالد بن لوئ اور ابن بجاد کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے مکہ پر حملے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور عمرے کی نیت سے احرام زیب تن کر لیے۔ اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے مکہ مکرمہ شاہ عبدالعزیز کے رقبہ اطاعت میں آ گیا۔ جب شریف مکہ علی سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ دست بردار ہو جائیں۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ اسی دوران امیر محمد نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے تو اہل مدینہ نے انکار کیا۔ لیکن جلد ہی انہوں نے شہر امیر محمد کے حوالے کر دیا۔ اس واقعہ نے شریف مکہ علی کو بہت مایوس کیا۔ تو اس نے بھی جدہ سے چلے جانے کی اجازت پر دست برداری کا اعلان کر دیا اور براستہ بحری جہاز عراق چلے گئے۔ اس طرح 1925 کو حجاز مقدس پر شاہ عبدالعزیز آل سعود کا قبضہ مکمل ہو گیا۔

حجاز پر اپنا قبضہ مکمل ہونے کے چند ہفتوں بعد شاہ عبدالعزیز اپنے رفقاء کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ عمرے سے فراغت کے بعد انہوں نے عالم اسلام کے نام ایک بیان جاری کیا۔ جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

> حمد وثناء اور درود وسلام کے بعد کہا ہماری افواج 18 اکتوبر 1924 کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئیں۔ مقامات مقدسہ کا مکمل احترام واکرام کرتے ہوئے خون خرابے سے اجتناب کیا گیا۔ ہم نے ظلم واستبداد کا راستہ بند کر دیا اور پورے مسلمانوں کو حج ادا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ بلا خوف وخطر اور پورے سکون واطمینان کے ساتھ تشریف لائیں۔ ہم بنفس نفیس ان کا استقبال کریں گے۔ اور آنے والے وفود کو شرف ملاقات

سے نوازیں گے۔

ایک اور موقعہ پر سلطان عبدالعزیز آل سعود نے ان لوگوں سے خطاب کیا جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

حمد وثنا اور درود وسلام نبی رحمت ﷺ کی ذات اقدس پر لوگو! تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہماری تعلیم وتربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔ جس میں بہترین مثالیں بیان فرمائیں۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ خود بھی قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

صاحب عقل وشعور اس بات سے بخوبی آگاہ ہے۔ کہ قرآن حکیم رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہیے۔ ہماری بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہم قرآن حکیم پر عمل کریں۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ ہمیں نیکی بھلائی اور سیدھا رستہ دکھلانے آئے ہیں۔ دنیا میں بہترین جگہ وہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ ہو۔ اور بہترین لوگ جو اسکی پیروی کرتے ہوں۔

کیا قریش سے زیادہ افضل قبیلہ کوئی ہے؟ نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا تعلق اسی قبیلے سے ہے۔ کیا مکہ سے افضل کوئی شہر ہے؟ نہیں۔ کیونکہ بیت اللہ اس میں واقعہ ہے۔ آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت کا آغاز مکہ سے کیا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ کیا آپ نے مکہ والوں سے جنگ نہیں کی؟ ہاں ایسا ہوا۔ کیونکہ قریشیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ اور حق سے اعراض کیا۔ اور منہ موڑ لیا۔

کیا بلال الحبشی اور سلمان فارسی مشرف بالاسلام نہیں ہوئے۔ پہلا حبشی غلام تھا۔ جبکہ دوسرا فارس کا باشندہ تھا۔ ابولہب ہمیشہ کفر پر رہا حالانکہ وہ آپ ﷺ کا چچا تھا۔ یاد رکھو۔ عزت اور شرف حسب ونسب

سے نہیں۔ بلکہ یہ نیک عمل سے ملتی ہے۔

انہوں نے مزید فرمایا۔لوگو! ہر اچھے کام کی بنیاد توحید پر ہے۔" فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحا ولا يشرك بربه احدا " (الکہف)۔

صرف اچھے عمل کافی نہیں۔ بلکہ ان کی اساس خالص توحید ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ہم محمد بن عبدالوہاب اور کسی دوسرے کی صرف وہ بات مانتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ اور ہم دینی احکام میں (فقہی مسائل) امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اجتہاد کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

ترکوں نے ہمارے خلاف ایسی باتیں پھیلائی ہیں جو سراسر جھوٹ اور بدنیتی پر مبنی ہیں۔ ہم پر الزام ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہیں پڑھتے۔ اسکو شرک تصور کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ نعوذ بالله من ذلك۔ کیا درود نماز کے ارکان میں سے ایک رکن نہیں ہے؟ اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ اور وہ مزید الزام تراشی کرتے ہیں۔ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیامت کے دن کی شفاعت کے منکر ہیں۔ معاذ الله هذا بهتان عظيم۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی دعا مانگتے ہیں۔ "من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه" بلکہ ہم تو اللہ سے چھوٹے فوت شدہ بچوں کی شفاعت طلب کرتے ہیں۔ "اللهم اجعله فرطا لابويه وشفيعا مجابا"۔

رہی اولیاء اور صالحین سے محبت کی بات! تو کون ان سے بغض رکھتا ہے۔ اگر میری باتیں قابل قبول ہیں۔ تو آؤ ہم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفاء الراشدین کی پیروی پر بیعت کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر موجود تمام لوگوں نے شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔

شاہ عبدالعزیز آل سعود......نمایاں خصوصیات

شاہ عبدالعزیز نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ بہت راسخ العقیدہ اور مذہب سے گہری وابستگی رکھتا تھا۔یہی وجہ کہ وہ ایام طفولیت سے ہی دینی رجحانات رکھتے تھے۔ اسلامی آداب سے مکمل واقفیت تھی۔ اخلاقی پختگی کا یہ عالم تھا کہ عالم شباب میں بھی کبھی سچائی کا دامن نہ چھوٹا۔ آپ قرآن حکیم کے مبادیات سے پوری طرح آگاہ تھے۔اور اپنی گفتگو کو قرآن حکیم سے مزین کرتے۔ان کا انداز بیان ایسا ہوتا کہ سامعین دم بخود رہ جاتے۔

شاہ عبدالعزیز دینی شعائر کے سخت پابند تھے۔پنجگانہ نماز باجماعت، نماز تہجد کا باقاعدہ اہتمام اور تلاوت قرآن حکیم روزانہ کا معمول تھا۔اس میں کوئی کوتاہی نہ کرتے۔اپنے رفقاء کو بھی ان معمولات کا پابند بناتے۔دینی امور میں کسی ملامت کی پروانہ کرتے۔خاص کر عقیدہ توحید میں کوئی لچک نہ دکھاتے۔تمام اعمال میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرتے۔اور حتی المقدور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

حجاز مقدس پر قبضہ کرنے کے بعد اہم ترین کام پرامن حج انتظامات تھے۔وہ جانتے تھے۔ کہ عبادات میں نماز، روزہ، زکاۃ کے بعد اہم ترین فریضہ حج ہے۔اور جو مسلمان دور دراز علاقوں سے سفر کی صعوبت اٹھا کر حرمین شریفین آئے۔اور اسے پرامن اور پرسکون ماحول میسر نہ آئے۔تو بہت بڑی بدقسمتی ہوگی۔لہذا حج کے جملہ انتظامات کی خودنگرانی کرتے۔اس سلسلے میں اپنے مشیر خاص حافظ وھبہ کو معلمین کے تقرر کا کام سونپا تاکہ معیاری دیانت دار اور بااصول لوگوں کا تقرر ہو سکے، اور منی، عرفات، مزدلفہ میں حجاج کرام کے قیام وطعام کا بہتر انتظام ہو سکے۔حجاج پرسکون ماحول میں مناسک حج ادا کر سکیں۔یہ ان کی دین سے محبت اور مذہب سے گہری وابستگی کا نتیجہ تھا، کہ انہوں نے سعودی عرب کے قیام کے بعد پہلا ترقیاتی منصوبہ حرمین شریفین سے شروع کیا۔

☆ اسلام صلہ رحمی اور دوسروں سے حسن سلوک کا درس دیتا ہے۔سلام کو عام کرنے، کھانا کھلانے اور تحائف کے تبادلے کی بھی تلقین کرتا ہے۔اسلام کی اس خصوصیت کو شاہ عبدالعزیز نے اپنا شعار بنالیا۔آپ بہت مہمان نواز اور کشادہ دل تھے۔آپ کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔جس پر

بیسیوؤں مہمان موجود رہتے۔ خاص کر سرکاری مہمانوں کی خوب آؤ بھگت کی جاتی۔ روایتی عرب مہمان نوازی کا مظاہرہ دیکھنے کو ملتا۔ اور آنے والے وفود کو گراں قدر تحائف اور عطیات سے نوازا جاتا۔ آپ دیہاتی باشندوں کو خاص اہمیت دیتے۔ اور سمجھتے تھے کہ صدیوں سے حکمران ان کا استحصال کرتے رہے ہیں۔ جبکہ ان کو بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا۔ خود حکمران آسائشیں اور راحتیں حاصل کرتے رہے۔ جبکہ انہیں فراموش کیے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے ان بدوؤں کو خوب نوازا۔ اور اپنے خزانوں کے منہ ان کے لیے کھول رکھے تھے۔ شاہ عبدالعزیز نے دیہاتی زندگی میں انقلاب برپا کیا۔ تعلیم، صحت، پانی، خوراک، ذرائع آمدورفت کے لیے بہترین انتظامات کیے۔ اور ان لوگوں کی بہتری کے لیے بڑی فراخ دلی سے خرچ کیا۔

☆ شاہ عبدالعزیز عفو و درگزر کی اسلامی خوبی سے متصف تھے۔ لہذا نجد، حجاز پر قبضہ کرنے کے دوران بہت سے لوگ گرفتار ہوئے۔ انہیں سزا دینے کی بجائے معافی دے دیتے۔ آپ کے حسن سلوک سے یہ لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ کے حسن سلوک کے بہت سے نادر واقعات ہیں۔ جس سے آپ کی بلند نظری اور رموز حکمرانی کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہی آپ کی کامیابیوں کا راز ہے۔

☆ دین اسلام میں استقامت بہت بڑی خوبی ہے خاص کر ایسے معاملات جن کا براہ راست تعلق عقیدہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا " قل امنت باللہ ثم استقم " عزم واستقلال کی یہی خوبی زندگی کے تمام شعبوں پر غالب ہو تو انسان شکست سے دوچار نہیں ہو سکتا۔ اور قدم قدم پر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز میں یہ خوبی تھی کہ وہ جس بات کا عزم کر لیتے اس پر استقامت کا مظاہرہ کرتے۔ اور منزل پانے تک جدوجہد کرتے۔ اسی کمال اور استقلال کا نتیجہ تھا کہ تن تنہا دوبارہ اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ بظاہر یہ بڑا مشکل اور ناممکن کام تھا۔ خاص کر ایسی صورت میں جبکہ وسائل محدود تھے۔ اور مسائل بے شمار۔ لیکن شاہ عبدالعزیز نے پورے عزم واستقلال سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔

☆ جرأت و بہادری ایک بڑا وصف ہے۔ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے اس

خوبی کا ہونا از حد ضروری ہے۔ محدود وسائل میں بڑی قوت سے ٹکرا جانا بہادر آدمی کا کام ہے۔ شاہ عبدالعزیز جرأت وبہادری کے پیکر تھے۔ نامساعد حالات میں بھی پریشان نہ ہوئے۔ مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ اور اپنے حواس پر قابو رکھتے۔ غور وفکر اور سوچ وبچار کے ساتھ جراتمندانہ فیصلہ کرتے۔ مضبوط قوت ارادی تھی۔ نجد وحجاز میں جتنے معرکے ہوئے۔ پوری بہادری سے میدان کارزار میں اترے۔ اور اپنے سے زیادہ وسائل رکھنے والوں کو شکست سے دوچار کیا۔ شاہ عبدالعزیز بہت باکمال تھے۔ بہادر اور نڈر ہونے کے باوجود فخر وغرور، تکبر ونخوت کو قریب نہ آنے دیا۔ عاجزی وانکساری ان کا طرہ امتیاز تھا۔ اور اس حدیث کے مصداق تھے۔ " من تواضع للہ رفعه اللہ " اپنی فتوحات کا سبب بہادری کو نہ سمجھتے بلکہ برملا اظہار کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور میں خوش قسمت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انعام کا مستحق سمجھا۔ اس پر شکر گزاری کا اظہار فرماتے۔

☆ اسلام میں عدل وانصاف کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام اپنوں اور غیروں میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ یہ ایسا اصول ہے۔ جس کی نظیر تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ فرمایا" ولا یجرمنکم شنئان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ " شاہ عبدالعزیز اس اصول کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ نجد وحجاز میں سعودی حکومت قائم کرنے کے بعد ان کے سامنے سب سے بڑا چیلنج عادلانہ نظام تھا۔ چونکہ اس پورے خطے میں عرصہ دراز سے لاقانونیت کی حکمرانی تھی۔ لوگ مختلف جرائم کے عادی تھے۔ چوری معمولی جرم سمجھا جاتا تھا۔ دن دھاڑے حاجیوں کو لوٹنا حق سمجھتے تھے۔ بے راہ روی، قتل وغارت معمول تھا۔ ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے بلاامتیاز عدل قائم کیا۔ مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔ حدود قائم کیں۔ اس ضمن میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لائے۔ حدود کے نفاذ سے زمین وآسمان سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوا۔ اور بہت جلد پورے خطے میں امن قائم ہوگیا۔ شاہ عبدالعزیز کے انصاف کے کوڑے نے جرائم پیشہ لوگوں پر زمین تنگ کردی۔ شاہ عبدالعزیز کے اس اقدام سے لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ خاص کر حجاج کرام اور زائرین محفوظ ہوگئے۔ حتی کہ اگر کسی مقام پر حجاج کا سامان رہ جاتا یا وہ بھول جاتے۔ تو کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ اسے ہاتھ لگائے۔ جب

تک کہ مالک خود اپنا سامان نہ اٹھائے۔ امن وامان کا ایسا ماحول قائم ہوا کہ لوگ بلاخوف وخطر زندگی بسر کرنے لگے۔

☆ امور جہاں بانی اور انتظامی صلاحیت شاہ عبدالعزیز کو وراثت میں ملی۔ وہ داخلی اور خارجی امور پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ بہت غیرت مند تھے۔ کسی ایسی پالیسی کو قبول نہ کرتے جو اسلام، مسلمانوں اور عربوں کے خلاف ہو۔ اکثر مواقع پر ان کا موقف دوسروں سے مختلف اور منفرد ہوتا۔ اور ایسا لگتا کہ شاید عبدالعزیز تنہائی کا شکار ہو جائیں گے۔ لیکن جب وہ اپنے موقف پر دلائل اور براھین پیش کرتے تو مخالفین بھی قائل ہو جاتے۔ شاہ عبدالعزیز بہت دور اندیش اور مردم شناس تھے۔ غیر ملکی وفود آتے تو پہلی نظر میں ان کا بھرپور جائزہ لے لیتے۔ اور گفتگو کا آغاز ان کے مزاج کے مطابق کرتے۔ چہرے پر جلال نظر آتا۔ اور مخاطب ان کی پرکشش شخصیت کا اسیر ہو جاتا۔

شاہ عبدالعزیز بہت ذہین وفطین تھے۔ انہوں نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ کسی سے ایک دفعہ مل لیتے۔ اس کی تصویر ذہن میں نقش ہو جاتی،۔ اجلاسوں کی صدارت کرتے۔ پوری کاروائی حفظ ہو جاتی۔ اور آئندہ اجلاس میں تسلسل کے ساتھ اسکا خلاصہ بیان کردیتے۔ ان کا انداز بیان بڑا سحر انگیز تھا۔ اچھے خطیب اور مقرر تھے۔ مشکل بات کو بھی آسان انداز میں بیان کردیتے۔ حسب ضرورت لہجہ سخت بھی اختیار کرتے۔

تمام گفتگو میں نرم خو تھے۔ مخاطب کو اپنائیت کا احساس دلاتے۔ تاکہ وہ کھل کر اپنا مدعا بیان کرسکے۔ مملکت کی داخلی پالیسیاں خود مرتب کرتے جس میں تمام طبقوں کا لحاظ رکھتے۔ خارجہ پالیسی بناتے وقت اپنے مفادات کا پورا خیال کرتے۔ اور کبھی بھی ملکی مفادات پر سمجھوتہ نہ کرتے۔ بہت جہاندیدہ تھے۔ بڑے بڑے رؤساء امراء، دانشوران اور مفکرین سے مکالمہ کرتے۔ تو بہت عمدگی سے اپنا مدعا بیان کرتے۔ ان کی گفتگو اور انداز تخاطب سے وہ متاثر ہوتے۔ شاہ عبدالعزیز کی عالمی سیاست پر گہری نظر تھی۔ خاص کر فلسطین کے مسئلہ پر ان کا موقف دوٹوک تھا۔ اور آج بھی سعودی حکومت اسی پالیسی پر گامزن ہے۔

شاہ عبدالعزیز کی حاضر جوابی!

شاہ عبدالعزیز بڑے مدبر اور حاضر جواب تھے۔ حجاز پر قبضے کے وقت جب شریف مکہ امیر علی حسین نے عالمی رہنماؤں کو بات چیت کے لیے بلایا اور مطالبہ کیا کہ حجاز میں غیر جانبدار حکومت قائم کی جائے۔ اور تمام مسلم ریاستیں اس نظام کو چلانے میں شریک ہوں۔ شاہ عبدالعزیز نے بڑے تحمل سے بات سنی۔ اور تمام رہنماؤں کو مخاطب کرتے ہوئے دوٹوک لفظوں میں اپنا موقف بیان کیا، اور کہا آپ ایسے ممالک کے رہنما ہیں جن پر آج بھی استعماری قوتوں کا قبضہ ہے۔ پہلے آپ ان سے آزادی حاصل کریں۔ اس کے بعد آپ مشورہ دینے کے اہل ہونگے۔ اجلاس میں سناٹا چھا گیا۔ اور تمام رہنماؤں نے خاموشی سے چلے جانے میں عافیت سمجھی۔

شاہ عبدالعزیز کی دعوتی خدمات!

اسلام عالمگیر دین ہے۔ جس کی دعوت کا آغاز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاران کی چوٹیوں سے کیا تھا۔ اور لوگوں سے کہا تھا" یاایھاالناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا تملکو العرب والعجم " گویا توحید کے اقرار سے اللہ تعالیٰ عرب وعجم پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جن کی تعلیم وتربیت آپ نے خود فرمائی۔ توحید کی برکات انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ جب عرب دنیا کے علاوہ روم اور فارس کی حکومتیں بھی ان کے سامنے سرنگوں ہوگئیں۔ اور یہ بادیہ نشین توحید اور نعمت اسلام کی بدولت عرب وعجم کے حقیقی مالک بن گئے۔ صحابہ کرام نے اسلام کی دعوت کو جاری رکھا۔ جہاں بھی گئے۔ سب سے پہلے اسلام کو پیش کیا۔ اس کا نتیجہ کہ اسلام جزیرہ نما عرب سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گیا۔ جب مسلمان اسلام کی اساس توحید پر قائم رہے۔ کسی کو ان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن جیسے ہی توحید اور اسلام کے بنیادی عقائد کمزور ہوئے۔ غیروں کا ان پر غلبہ ہوا۔

کون نہیں جانتا کہ آل سعود کی حکومت قائم ہونے سے پہلے یہاں بھی شرک وبدعت نے ڈھیرے ڈال رکھے تھے۔ دین کی حقیقی روح غائب تھی۔ لوگ نام کے مسلمان تھے۔ ہر طرف قبر پرستی، توہم پرستی تھی۔ اور لوگ خواہشات کی پیروی کررہے تھے۔ عقیدہ توحید کا ظہار کرنا جرم تھا۔

عبادات کے نام پر خرافات کو فروغ دیا جاتا۔ اخلاقیات ناپید تھی۔ چوری ، ڈاکے ، بدکاری ، شراب نوشی ، قبائلی تعصب ، لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت عروج پر تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کی رحلت کے بعد دعوت کا فریضہ علماء امت پر فرض ہے۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کی حقیقی دعوت لوگوں تک پہنچائیں۔ اور امت کی اصلاح کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے انہی میں سے کچھ لوگ پیدا کرتا ہے۔ جو کسی ملامت کے بغیر یہ فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ بارھویں صدی ہجری میں جزیرہ نما عرب میں الشیخ محمد بن عبدالوہاب نے بڑی جرأت اور بہادری سے دین کی سچی اور کھری دعوت لوگوں کے سامنے پیش کی۔ یہ خالص اسلام کی دعوت تھی۔ جس میں اولیت توحید کو حاصل تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دعوت کو تقویت دینے اور اس کی نصرت کے لیے امام محمد بن سعود کو توفیق بخشی اور وہ اس دعوت کے ہراول دستہ بن گئے۔ اور تمام حکومتی وسائل الشیخ محمد بن عبدالوہاب کو مہیا کر دیئے۔ جس سے انہیں کام کے بہترین مواقع ملے۔

آل سعود کے اقتدار کے تین ادوار ہیں۔ پہلے دور میں امام محمد بن سعود نے الشیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ مل کر دعوت کا کام کیا۔ دوسرے دور میں امیر عبدالرحمن بن فیصل آل سعود نے الشیخ کے بعض علماء سے یہ کام لیا۔ جبکہ تیسرے دور میں شاہ عبدالعزیز نے ذاتی دلچسپی لیکر دعوت کا کام عام کیا۔ دعوت کی بنیادیں مضبوط کیں۔ دعوت کا دائرہ کار وسیع کیا۔ اور تمام دستیاب وسائل کو بروئے کار لائے۔ ان کی کاوشوں سے مملکت سعودیہ میں ایسا ماحول پیدا ہوا۔ جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے۔

شاہ عبدالعزیز راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ ہر وقت دعوت الی اللہ کی فکر دامن گیر رہتی۔ جہاں موقعہ ملتا یہ فریضہ خود سرانجام دیتے۔ اس مقصد کے لیے وسیع مطالعہ کرتے۔ قرآن حکیم کی مختلف تفاسیر احادیث شریف، سیرت مغازی، تاریخ، فقہ، علماء اور مفکرین کی سوانح حیات کا خوب مطالعہ کرتے۔ تاکہ دعوت کو مدلل انداز میں پیش کر سکیں۔ داعی کی خوبیوں میں یہ بات بہت اہم ہے کہ وہ باعمل ہو۔ شاہ عبدالعزیز اس خوبی سے مالا مال تھے۔ آپ باکردار تھے۔ جو کہتے پہلے

اس پر عمل کرتے۔ زندگی میں مشکلات آئیں۔ لیکن شرعی تقاضوں کو پورا کرتے رہے۔ پابندی وقت کے ساتھ نماز باجماعت، قرآن حکیم کی باقاعدہ تلاوت، ذکر واذکار اور دیگر عبادات کا اہتمام کرتے تھے۔ اخلاقیات پر بھی عمل کرتے۔ صلہ رحمی، رحم دلی، عفو درگزر اور انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے۔ بہت کریم النفس اور مہمان نواز تھے۔

شاہ عبدالعزیز نے اپنے عہد میں بہت ایسے اقدامات اٹھائے۔ جس سے دعوت کے کام کو وسعت ملی۔ مثلاً مساجد میں علمی دروس کا اہتمام کرنا۔ اس سے لوگوں میں ایسی استعداد پیدا ہوگئی کہ وہ روزمرہ کے دینی مسائل کو حل کرسکتے تھے۔ اسی ضمن میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز بن باز کا حلقہ درس بھی تھا۔ جس میں بڑے بڑے علماء مشائخ اور امراء نے استفادہ کیا۔

اس کے علاوہ شاہ عبدالعزیز نے مکہ مکرمہ میں معہد العلمی، طائف میں دارالتوحید، مکہ مکرمہ میں کلیۃ الشریعہ قائم کیے۔ تاکہ ایسے علماء تیار کیے جاسکیں۔ جو دعوت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے سوال پر فتوی دے سکیں۔ بلکہ شاہ عبدالعزیز کی رحلت کے بعد ان کی اولاد نے مختلف جامعات میں کلیۃ الدعوہ واُصول الدین کے نام سے فکلیٹیاں قائم کیں۔ جس سے ہزاروں علماء نے فائدہ اٹھایا۔ اور اب دعوت کے میدان میں کام کررہے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز اسلامی ثقافت کے امین تھے۔ وہ اسلامی رہن سہن اور طرز زندگی، اسلامی بودوباش کو پسند کرتے تھے۔ اسلامی تہذیب میں کسی طرح کی ملاوٹ پسند نہ تھی۔ یہی ان کا منہج ہے۔ اور اسکی دعوت دیتے تھے۔ دعوت وتبلیغ میں وہ افراط وتفریط کے قائل نہ تھے۔ بلکہ سلف صالحین کے طریقہ کار پر کاربند تھے۔ ان کی دعوت کے اہم عناصر یہ تھے۔ خالص توحید، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی، شرعی احکام کی تنفیذ، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شامل ہیں۔ ساری زندگی اس مشن پر قائم رہے۔ شاہ عبدالعزیز دعوت میں تعصب، فرقہ ورایت کے قائل نہ تھے۔ اور اپنی دعوت کو تدریجاً پیش کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ جزیرہ نما عرب عرصہ دراز تک شرک وبدعت کا گڑھ رہا۔ لوگ آہستہ آہستہ عقیدہ توحید کی حقیقت سے آگاہ ہونگے۔ لہذا سعودی عرب آج اہل توحید کا سب سے بڑا ملک ہے۔ وللہ الحمد۔

شاہ عبدالعزیز کے عہد میں دعوت الی اللہ کی جو بنیاد رکھی گئی۔ وہ آج بھی قائم ہے۔ آنے والے تمام

حکمرانوں نے اس میں بھرپور حصہ ڈالا اور پوری دنیا میں سعودی عرب کے مبعوث دعاۃ یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔(جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی)

شاہ عبدالعزیز بے خطر ہو کر آتش نمرود میں کودنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔لہٰذا درپیش چیلنجز کا بڑے حوصلہ سے سامنا کرتے اور تمام وسائل بروئے کار لا کر حل کرتے۔اللہ تعالیٰ ان کی تمام کوششوں کو قبول فرمائیں۔آمین۔

شاہ عبدالعزیز کے ذاتی اوصاف!

☆ آپ پختہ ایمان کے مالک تھے۔تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور کامل اعتماد رکھتے۔کسی سے سوال نہ کرتے۔

☆ دینی معاملات میں وسیع تجربہ رکھتے۔قرآن حکیم کے بعض اجزاء کے حافظ تھے۔جبکہ احادیث کا بڑا ذخیرہ ذہن میں محفوظ تھا۔

☆ شرعی احکامات (فقہ) سے آگاہی رکھتے تھے۔اور بطور سلطان اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا مکمل شعور رکھتے تھے۔علماء اور فقہاء کے ساتھ مجلسیں ہوتیں۔اور دینی امور میں ان سے رہنمائی بھی لیتے تھے۔

☆ عقل مند، ذہین اور معاملہ فہم تھے۔تمام معاملات پر خوب غور وفکر کرتے گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتے۔پھر کوئی قدم اٹھاتے۔

☆ آپ بہترین عسکری قائد تھے۔بہترین منصوبہ بندی کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔نڈر اور بہادر تھے۔اٹھایا ہوا قدم کبھی واپس نہ رکھتے۔جب عزم کر لیتے۔تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے۔"فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" کی سچی تصویر تھے۔

☆ آپ مدنی اور بدوی معاشرتی زندگی سے بخوبی آگاہ تھے۔خاص کر قبائل کے حسب ونسب اور ان کے مزاج سے آشنا تھے۔اسی تناظر میں ان کے مسائل حل کرتے۔

☆ دینی احکام پر سختی سے عمل کرتے۔اس ضمن میں کسی کو رعایت نہ تھی۔

☆ آپ تمام لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتے۔برابری کی بنیاد پر معاملہ کرتے۔اور حق دار کو حق پہنچاتے۔

☆ آپ اپنوں کے لیے بڑے نرم دل اور نرم خو تھے۔مشفقانہ طرز عمل اختیار کرتے۔محبت سے پیش آتے۔

اسلامی اتحاد.....شاہ عبدالعزیز کا تاریخی کردار!

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اتحاد واتفاق سے رہنے کی تلقین کی ہے۔ اور فرقہ واریت سے بچنے کا درس دیا ہے۔ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" آپس میں بھائی چارہ اور اتحاد ہی اصل میں ہماری کامیابی کا راز ہے۔ بدقسمتی سے پہلی اور دوسری عالمی جنگ میں مسلمانوں کا کردار قابل رشک نہ تھا۔ لیکن سعودی عرب کے قیام کے بعد شاہ عبدالعزیز کی بلند پایہ اور اعلیٰ سوچ نے اتحاد اسلامی کی بنیاد رکھی۔ یہ اعزاز انہیں حاصل ہوا۔ انہوں نے پہلی مرتبہ تمام مسلم سربراہوں کو اتحاد کی دعوت دی۔ اور پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس 1926 میں منعقد ہوئی۔ اس میں تمام اسلامی ممالک کے سربراہان اور زعماو قائدین کو بلایا۔ اور انہیں بھرپور نمائندگی دی۔ شاہ عبدالعزیز کا وژن تھا۔ اور ان کی شدید خواہش تھی کہ امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ اور ان کو درپیش مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلے میں متحد کیا جائے۔ بعد میں اتحاد امت اسلامیہ سعودی عرب کا شعار بن گیا۔

شاہ عبدالعزیز نے ایک موقعہ پر اتحاد اسلامی کے بارے میں فرمایا تھا۔ ہمارا سب سے پسندیدہ کام مسلمانوں کو متحد کرنا ہے۔ ان کے دلوں میں پیار والفت پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح عرب دنیا میں بھی وحدت پیدا کرنی ہے۔ ہم پوری امت کے نصب العین کو ایک بنانا چاہتے ہیں۔ تاکہ مسلمان آبرومندانہ طریقے سے اپنے مقاصد کو حاصل کر سکیں۔

خاتمہ!

شاہ عبدالعزیز آل سعود کی شخصیت اور ان کے کارہائے نمایاں، انداز حکمرانی، اسلام سے گہری وابستگی انکی شجاعت و بہادری، غیرت وحمیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ وہ موجودہ دور کے ایک یکتا اور منفرد جرنیل ہیں۔ جنہوں نے کم تر وسائل کے باوجود عظیم تر کامیابیاں حاصل کیں۔ اپنے اخلاص اور للّٰہیت کی بنیاد پر ایک ایسی مملکت بنانے میں کامیاب ہوئے۔ جس کی اساس قرآن وسنت ہے۔ اور عالمی سیاسی پنڈتوں، چالبازوں، مکروفریب کے ماہروں سے سعودی عرب کو پاک

رکھا۔ اپنی دور اندیشی، فہم وفراست، حکمت وبصیرت سے ان تمام سازشوں کو ناکام کیا۔ جو مملکت سعودیہ کے خلاف کی جارہی تھی۔ انہوں نے مقدور بھر کوششیں کی کہ امت اسلامیہ متحد ومتفق ہوکر اپنے حقوق کا تحفظ کرے۔ اور دشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملائے۔ اس سلسلے میں پہلی سربراہی کانفرنس بلانے کا اعزاز حاصل کیا۔ انہوں نے قومی وسائل کو حرمین شریفین پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کی تعمیر وترقی اور بہتری کے لیے صرف کیے۔ ان کی خواہش تھی کہ اس سے تمام امت اسلامیہ مستفید ہو۔ اور آج ان کی اولاد نے یہ خواب شرمندہ تعبیر کردیا۔ شاہ عبدالعزیز آل سعود کا طرز حکمرانی، معاملہ فہمی، عدل وانصاف، قانون کی بالادستی تمام اسلامی سربراہان کے لیے ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ ان حکمرانوں کو اس تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

شاہ عبدالعزیز اسلام کے سچے جانثار اور وفادار تھے۔ اسلام کی عظمت اور اسلامی عقائد پر کوئی سمجھوتہ نہ کرتے تھے۔ اسلام کے تحفظ کے لیے تمام وسائل بروئے کار لاتے تھے۔ کسی کی ملامت کی پروانہ کرتے تھے۔ آپ بہت عقیل اور سمجھدار تھے۔ ملکی مفادات کا مکمل تحفظ کرتے۔ اور کسی سے معاہدہ کرتے ہوئے ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھتے۔ اور بڑی سے بڑی پیش کش کو ٹھکرا دیتے۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنے قول وفعل سے ثابت کیا کہ آج بھی کوئی عادلانہ، منصفانہ حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ تو ناممکن نہیں۔ بات حاکم کے عزم اور اللہ پر بھروسہ کی ہے۔ پھر تمام مسائل آسانی سے حل ہوجاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ بحران اور چیلنجز کا مقابلہ کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہمیں شاہ عبدالعزیز کی فکر اور سوچ کو اپنانا ہوگا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ (الاحزاب: 71-70)

مومنو خدا سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بےشک بڑی مراد پائے گا